جمعرات 14 جنوری 2021ء | 29 جمادی الاولیٰ 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:12

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

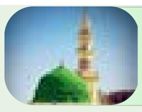

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا ہی دراصل عبادت ہے۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ (المومن:61) اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت کرنے سے اپنے تئیں بالا سمجھتے ہیں ضرور جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

(ترمذی ابواب الدعوات۔باب ما جاء فی فضل الدعاء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

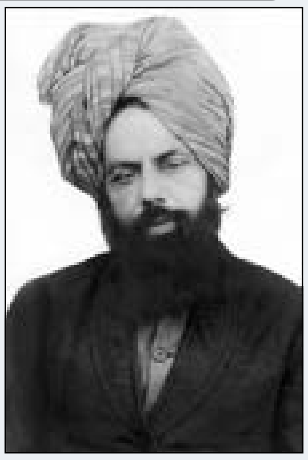

’’انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادت الٰہی ہے لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کر کے بیکار کر لیتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ۔ (الفرقان:78)

مَیں نے ایک بار پہلے بھی بیان کیا تھا کہ مَیں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ مَیں ایک جنگل میں کھڑا ہوں۔ شرقاً غرباً اس میں ایک بڑی نالی چلی گئی ہے اس نالی پر بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک قصاب کے جو ہر ایک بھیڑ پر مسلط ہے ہاتھ میں چھری ہے جو انہوں نے ان کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف منہ کیا ہوا ہے۔ مَیں ان کے پاس ٹہل رہا ہوں۔ مَیں نے یہ نظارہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ آسمانی حکم کے منتظر ہیں۔ تو مَیں نے یہی آیت پڑھی قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ (سورۃ الفرقان:78) یہ سنتے ہی ان قصابوں نے فی الفور چھریاں چلا دیں۔ اور یہ کہا کہ تم ہو کیا؟ آخر گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔

غرض خدا تعالیٰ متقی کی زندگی کی پرواہ کرتا ہے اور اس کی بقا کو عزیز رکھتا ہے۔ اور جو اس کی مرضی کے برخلاف چلے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو جہنم میں ڈالتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو شیطان کی غلامی سے باہر کرے۔ جیسے کلورافارم نیند لاتا ہے اسی طرح پر شیطان انسان کو تباہ کرتا ہے اور اسے غفلت کی نیند سلاتا ہے اور اسی میں اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔‘‘

(ملفوضات جلد سوم صفحہ 118۔ 119، ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

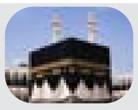

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ

(الذاریات:57)

ترجمہ۔ اور میں نے جنّ و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

فرمان خلیفہ وقت

’’اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح طور پر یہی فرمایا ہے کہ مَیں نے جن و انس کو عبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ لیکن یہاں پابندی نہیں ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی مخلوق پیدا کی ہے وہ ضرور پیدائش کے وقت سے ہی اپنے ماحول میں بڑے ہوں تو ضرور عبادت کرنے والے ہوں۔ ماحول کا اثر لینے کی ان کو اجازت دی گئی ہے۔ باوجود اس کے کہ پیدائش کا مقصد یہی ہے کہ عبادت کرنے والا ہو اور عبادت کی جائے لیکن ساتھ ہی، جیسا کہ مَیں نے کہا، شیطان کو بھی کھلی چھٹی دے دی، ماحول کو بھی کھلی چھٹی دے دی کہ وہ بھی اثر انداز ہو سکتا ہے۔

فرمایا کہ جو میرے بندے بننا چاہیں گے، میرا قرب پانا چاہیں گے وہ بہرحال اپنے ذہن میں یہ مقصد رکھیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق عبادت کرنی ہے۔ اور اب کیونکہ ایک مسلمان کے لئے وہی عبادت کے طریق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائے ہیں۔ اسی شریعت پہ ہمیں چلنا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کے آئے ہیں۔ جس طرح انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سمجھتے ہوئے عبادت کے طریق سکھائے ہیں اسی طرح عبادت بھی کرنی ہے۔ اور جو اوقات بتائے ہیں ان اوقات میں عبادت کرنی ہے۔ اگر نہیں تو پھر مسلمان کہلانے کا بھی حق نہیں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے کا بھی حق نہیں ہے۔ پھر تو شیطان کے بندے کہلانے والے ہوں گے۔ لیکن ایسے ہی خیالات والے لوگ کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوں تو مسلمان گھرانوں کے ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ احمدی ہوں تو اور زیادہ مضبوط ایمان والے گھر کا اثر ہوتا ہے جو اسلام پر عمل کرنے والے ہوں۔ اور اسی ماحول میں کیونکہ پلے بڑھے ہوتے ہیں اس لئے جب بھی ان کو کوئی مشکل پڑتی ہے، جب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو دعا کی طرف ان کی توجہ بھی پیدا ہوتی ہے اور پھر دعا کے لئے کہتے بھی ہیں۔ باوجود اس کے کہ اعتراض کرتے ہیں کہ عبادت کا جو اسلام میں طریق کار ہے وہ بہت مشکل ہے۔ گویا ذہن میں عبادت کا تصور بھی ہے اور یہ خیال بھی ہے کہ کسی مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا بھی ہے۔ لیکن پانچ وقت نمازیں پڑھنا کیونکہ بوجھ لگتی ہیں اس لئے عبادت کی تشریح اپنی مرضی کی کرنا چاہتے ہیں، اس سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اگر احمدی کہلاتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں تو عبادت کی وہی تشریح ہے جس کے نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے ہیں اور پھر اس زمانے میں احمدی کے لئے خاص طور پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نمونوں کو اور قرآن کریم کو صحیح طور پر سمجھ کر اس کی تفسیر ہمارے سامنے پیش فرمائی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 3/ دسمبر 2004ء بحوالہ alislam.org)

اس شمارہ میں

- تبلیغ و ہدایت کا نیا سلسلہ (منظوم)
- تعارف سورۃ الزخرف (43 ویں سورۃ)
- استاذی المحترم حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ سے متعلق سنہری یادیں
- حضرت منشی ہاشم علی صاحب رضی اللہ عنہ۔سنور

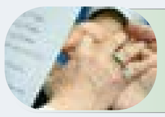

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’یہ بات بھی خوب یاد رکھنی چاہئے کہ ہر بات میں منافع ہوتا ہے۔ دُنیا میں دیکھ لو۔ اعلیٰ درجہ کی نباتات سے لے کر کیڑوں اور چوہوں تک بھی کوئی چیز ایسی نہیں جو انسان کے لئے منفعت اور فائدے سے خالی ہو۔ یہ تمام اشیاء خواہ وہ ارضی ہیں یا سماوی اللہ تعالیٰ کی صفات کے اظلال اور آثار ہیں اور جب صفات میں نفع ہی نفع ہے، تو بتلاؤ کہ ذات میں کس قدر نفع اور سود ہو گا۔ اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جیسے ان اشیاء سے کسی وقت نقصان اٹھاتے ہیں تو اپنی غلطی اور نافہمی کی وجہ سے۔ اس لئے نہیں کہ نفس الامر میں ان اشیاء میں مضرّت ہی ہے۔ …‘‘ (یعنی ان چیزوں کے اندر سوائے نقصان کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔) ’’… نہیں بلکہ اپنی غلطی اور خطا کاری سے…‘‘ (انسان نقصان اٹھاتا ہے۔ اگر کسی چیز میں نقصان پہنچے۔) فرمایا: ’’…اسی طرح پر ہم اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ تو ہمہ رحم اور کرم ہے۔ دُنیا میں تکلیف اٹھانے اور رنج پانے کا یہی ایک راز ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی سوءِ فہم اور قصورِ علم کی وجہ سے مبتلائے مصائب ہوتے ہیں۔ …‘‘ (صحیح طرح ہم کسی بات کو سمجھ نہیں سکتے یا ہمیں علم نہیں ہوتا اس وجہ سے مصیبتوں اور مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔) فرمایا: ’’… پس اس صفاتی آنکھ کے روزن سے ہی ہم اللہ تعالیٰ کو رحیم اور کریم اور حد سے زیادہ قیاس سے باہر نافع ہستی پاتے ہیں اور ان منافع سے زیادہ بہرہ ور وہی ہوتا ہے جو اس کے زیادہ قریب اور نزدیک ہو جاتا ہے اور یہ درجہ اُن لوگوں کو ہی ملتا ہے جو متّقی کہلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں جگہ پاتے ہیں۔ جوں جوں متقی خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے ایک نور ہدایت اسے ملتا ہے جو اس کی معلومات اور عقل میں ایک خاص قسم کی روشنی پیدا کرتا ہے اور جوں جوں دور ہوتا جاتا ہے ایک تباہ کرنے والی تاریکی اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (البقرۃ: 19) کا مصداق ہو کر ذلّت اور تباہی کا مَورِدُ بن جاتا ہے، مگر اس کے بالمقابل نور اور روشنی سے بہرہ ور انسان اعلیٰ درجہ کی راحت اور عزّت پاتا ہے؛ چنانچہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر: 28-29) …‘‘ (یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اسے پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ) ’’…یعنی اے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے اور پھر یہ اطمینان خدا کے ساتھ پایا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 69۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپ نے اس کی یہ وضاحت بھی فرمائی کہ بعض لوگ بظاہر حکومت سے کچھ حاصل کر کے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کے اطمینان کا ذریعہ ان کی اولاد اور رشتے دار اور ارد گرد کے

بقیہ صفحہ 3 پر

تبلیغ و ہدایت کا نیا سلسلہ

خدمتِ اسلام نے اک موڑ نادر ہے لیا
مصطفی کی پیش گوئی کا نیا رنگ وا ہوا
مہدیِ دوراں نے دیکھا تھا مبارک ایک خواب
اس کی تعبیروں کا تازہ ہم پہ اک سِرّ ہے کھلا
جیسے جیسے رخ بدلتا جا رہا ہے یہ جہاں
ویسے ہی ہر دم ترقی پر قدم اپنا رہا
اک جگہ سے قریہ قریہ ہے ملاقاتوں کا دور
ایک دل سے ہے ہزاروں ہی دلوں کا رابطہ
آن لائن ہیں ملاقاتیں ہیں دیدارِ صنم
یہ ہے تبلیغ و ہدایت کا نیا اک سلسلہ
خوش نصیبی ہے ہماری ہم نے پایا یہ زماں
جس کی راہیں دیکھتے تھے مدتوں سے اتقیا
یہ نظامِ نو ہے جس کی آسماں پر ہے بنا
ہے مبارک سلسلہ نصرت میں اس کی ہے خدا
مشکلوں میں بھی قدم آگے بڑھا اپنا ہمیش
عسر میں اور یسر میں بھی ہم نے سیکھی ہے وفا
ہم خدا کے فضل سے تاروں پہ ڈالیں گے کمند
شش جہت میں گونجے گی اللہ اکبر کی صدا
ہم نے طوفانوں میں بھی اونچی اڑانیں ہیں بھریں
ہم زمیں پر ہیں مگر ہے آسماں سے رابطہ
ہم نے لہرانا ہے پرچم مصطفی کا چار سو
راہِ ایماں میں اگر جاں سے بھی جائیں تو ہے کیا
ہم خدا کے عبد ہیں ہم ہیں غلامِ مصطفی
مہدی کے دیوانے ہیں اور ہے خلیفہ رہ نما

ابو بلال

آج کی دعا

رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۰﴾

(سورۃ النمل: 20)

ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں۔ اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر۔

یہ حضرت سلیمانؑ کی خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں پر شکریہ ادا کرنے کی بہت پیاری دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت سلیمانؑ کی ایک دعا کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرماتے ہوئے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے اور یہ دعا ہر احمدی کو بھی ہر وقت یاد رکھنی چاہئے کیونکہ آج احمدی ہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ اور جتنا ہم اس طرح شکر گزاری کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا فیض پانے والے ہوں گے۔ اور وہ دعایوں سکھائی گئی کہ

رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ

(خطبہ جمعہ 30/ دسمبر 2005ء: خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ: 751.752)

مرسلہ: مریم رحمٰن

مترجم: ابو سلطان

تعارف سورۃ الزخرف (43 ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 90 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

قرطبی کے نزدیک جملہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس نے بھی اس مؤقف کی بھرپور تائید کی ہے پھر بھی اس سورت کے نزول کی معین تاریخ بتانا مشکل امر ہے۔ علماء کی اکثریت اس رائے کے حق میں ہے کہ یہ سورت نبوت کے چوتھے سال کے آخر میں یا پانچویں سال کے ابتداء میں نازل ہوئی۔ گزشتہ سورت کا اختتام اس بیان پر ہوا تھا کہ الٰہی پیغمبروں پر نازل ہونے والی وحی میں کچھ معمہ یعنی اخفاء کا پہلو ضرور ہوتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر وحی کے نزول سے قبل آپ اس کی ہیئت اور اہمیت سے پوری طرح واقف نہ تھے۔ موجودہ سورۃ میں اس بات کی تصدیق کی گئی ہے کہ قرآن کریم نہایت واضح اور فصیح و بلیغ زبان میں نازل ہوا ہے اور یہ جملہ حقائق الاشیاء پر مشتمل ہے اور اس کی تعلیمات آسانی سے سمجھ آنے والی ہیں، اس لئے اخفاء کا پہلو ہونے کے باوجود کسی کے لئے اس کے جھٹلانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ سورت مزید بتاتی ہے کہ خدا تازہ وحی کے نزول سے نہیں رکے گا، جب کبھی بھی اس کی حقیقی ضرورت پیدا ہوگی جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ باوجود استہزاء اور مخالفت کے نہیں رکا۔ الٰہی مصلح کی بعثت کا تسلسل قائم رہے گا باوجود یکہ کفار جو بھی کہیں یا کریں۔

مضامین کا خلاصہ

موجودہ سورۃ گزشتہ تین سورتوں کی طرح اس بیان سے شروع ہوتی ہے کہ قرآن کریم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو بڑی عظمتوں والا اور صاحب حمد ہے اور توحید کے مضمون کو آگے بڑھاتی ہے جو اس سورت کا مرکزی خیال ہے۔ یہ مضمون (توحید باری تعالیٰ) گزشتہ حٰم والے حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں سے مختلف انداز میں بیان ہوا ہے۔ یہ سورت بتاتی ہے کہ خدا نے اپنی توحید کے قیام کی خاطر ابتدائے آفرینش سے اپنے رسول اور نبی مبعوث فرمائے ہیں جنہوں نے خدا کے واحد و یکتا ہونے کا پرچار کیا۔ ان کی مخالفت کی گئی اور ظلم و تعدی کا بازار گرم کیا گیا۔ مگر اس مخالفت نے خدا کو نئے نبی اور نئی وحی کے نزول سے نہیں روکا۔ نبی، وقت کی ضرورت کے عین مطابق مبعوث ہوتے رہے اور ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ظاہر ہوئے۔ یہ سورت یہ دلیل پیش کرتی ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کو انسان کی خدمت کے واسطے پیدا کیا ہے اور اسکی مادی ضرورتوں کو بھرپور طور پر پورا کیا ہے۔ جب خدا نے انسان کی مادی ضروریات کا اس قدر خیال رکھا ہے تو یہ کیوں کر ممکن ہو کہ وہ انسان کی اخلاقی اور روحانی ضروریات کو نظر انداز کر دیتا۔ دراصل انسان کی اخلاقی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خدائی وحی کو نازل کرتا ہے۔ مگر اپنی ناسمجھی اور بے وقوفی میں کفار خدا کے شریک بنا لیتے ہیں جو مختلف شکلوں اور انواع کے ہوتے ہیں اور یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ نہایت بے باکی سے اپنی مشرکانہ رسوم کو بھی خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، یہ کہتے ہوئے کہ اگر خدا چاہتا تو وہ بتوں کی پوجا نہ کرتے۔ مشرکوں کا یہ دعویٰ انسانی عقل کے خلاف ہے اور کوئی الٰہی صحیفہ اس کی تائید نہیں کرتا۔

مشرکوں کے انکار کی بنیادی وجہ ان کا تکبر اور دھوکہ دہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک قرآن کریم ایک عظیم آدمی پر نازل نہیں کیا گیا۔ ان کے اس متکبرانہ احساس برتری والے خیال کی قرآن کریم نے یوں تردید کی ہے کہ جسے وہ عظیم قرار دیتے ہیں وہ خدا کی نظر میں ہرگز عظمت والی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا کہ دولت، مقام و مرتبہ اور حیثیت کی غیر مساوی تقسیم کی وجہ سے معاشرے میں مختلف طبقات جنم لیتے اور اس کی تباہی کا سبب بنتے ہیں تو خدا خود ہی مشرکوں کو کوئی ٹن سونا اور چاندی عطا کر دیتا یہاں تک کہ ان کے گھروں کی سیڑھیاں بھی سونے کی بن جاتیں۔ کیونکہ یہ چیزیں خدا کی نظر میں کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے کہ اس سورت کا مرکزی خیال بت پرستی کی بیخ کنی ہے مگر جہاں قرآن کریم بت پرستی کی مذمت کرتا ہے وہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو معزز قرار دیتا ہے جو عیسائی عقائد کی رو سے معبود ہیں جبکہ قرآن انہیں خدا کا معزز رسول قرار دیتا ہے یہ بتاتے ہوئے کہ آپ نے اپنی قوم کو ایک خدا کی طرف بلایا تھا مگر انہوں نے انکار کیا اور آپ کی تعلیمات کو نہ مانا۔ لہٰذا غلطی ان لوگوں کی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مورد الزام نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سورۃ توحید باری تعالیٰ کے مضمون پر وضاحت اور مدلل دلائل کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

لوگ ہوتے ہیں مگر یہ سب کچھ جو ہے یہ سچا اطمینان مہیا نہیں کرسکتا بلکہ پیاس کے مریض کی طرح جوں جوں ان لوگوں سے یہ بظاہر اطمینان حاصل کر رہے ہوتے ہیں پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے، تسلی نہیں ہوتی۔ آخر انسان کو یہ بیماری ہلاک کر دیتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندے نے خدا تعالیٰ کا قرب پا کر یہ اطمینان حاصل کیا ہے اس کے پاس بے انتہا دولت بھی ہو تو وہ اس کی خدا تعالیٰ کے مقابلے میں ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا اس کا مقصود نہیں ہوتی۔ وہ اصل راحت کی تلاش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ

’’خدا تعالیٰ نے سمجھایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت میں ہے اور جب اس سے علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہ جہنمی زندگی ہے۔ اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر یک شخص اطلاع پا لیتا ہے اور اگرچہ اس وقت اطلاع پاوے جبکہ یکدفعہ مال و متاع اور دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر مرنے لگے۔‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 158)

بہرحال کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی وقت یہ اطلاع مل جاتی ہے کہ دنیا جہنمی ہے۔ چاہے مرتے وقت ہی انسان کو اس کی اطلاع ہو۔ پھر فرمایا کہ

’’اعلیٰ درجے کی خوشی خدا میں ملتی ہے۔ جس سے پرے کوئی خوشی نہیں ہے۔ جنت پوشیدہ کو کہتے ہیں ...‘‘(یعنی چھپی ہوئی چیز کو جنت کہتے ہیں) ’’...اور جنّت کو جنّت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نعمتوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اصل جنت خدا ہے جس کی طرف تردّد منسوب ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے بہشت کے اعظم ترین انعامات میں رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ (التوبۃ: 72) ہی رکھا ہے۔ انسان انسان کی حیثیت سے کسی نہ کسی دکھ اور تردّد میں ہوتا ہے، مگر جس قدر قرب الٰہی حاصل کرتا جاتا ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے رنگین ہوتا جاتا ہے، اسی قدر اصل سکھ اور آرام پاتا ہے جس قدر قرب الٰہی ہوگا لازمی طور پر اسی قدر خدا کی نعمتوں سے حصہ لے گا اور رفع کے معنے اسی پر دلالت کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 396۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

خدا کا قرب پانے کی کوشش کرنے والوں کے انجام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

’’جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے۔ اور حقیقی نیکی کے بجالانے میں سرگرم رہے، سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف اور حزن سے نجات بخشے گا۔‘‘

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 344)

(خطبہ جمعہ 2/ مئی 2014ء)

مرسلہ: مجید احمد سیالکوٹی دفتر پی ایس اِسلام آباد یوکے

استاذی المحترم حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ سے متعلق سنہری یادیں

قسط 2

جامعہ کے طلبہ، جو مختلف جگہوں پر ڈیوٹی پر ہوتے، ان کا پورا خیال رکھتے۔ ان کے آرام، کھانے اور عزتِ نفس کا خیال رکھتے۔ جو کھسک جاتا اس کی خوب کلاس لیتے تا دوسروں کو سبق ملے۔ طلبہ میر صاحب پر جان قربان کرتے تھے۔سب کو ہی میر صاحب سے پیار تھا۔ ماں باپ سے بڑھ کر محبت تھی۔ میر صاحب نے اپنے حسنِ اخلاق، ذاتی تعلقات اور محبت سے طلبہ میں یہ مقام پیدا کیا تھا۔حقیقی معنوں میں وہ ہمدرد، شفیق اور پیار کرنے والا وجود تھا اور ہمہ وقت ان کی بہتری اور بھلائی کیلئے دعا گو رہتے تھے۔خود عاشقِ خلافت تھے اور طلبہ میں بھی عقیدت و محبت کا جذبہ اُجاگر کرتے تھے۔

خلیفۂ وقت اور نظامِ جماعت سے جس قدر ان کو عقیدت و محبت اور عشق تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اتنی گہرائی اور ادراک کہ جو آخری سرحدوں کو چھو رہا تھا۔حضرت خلیفۂ ثانی سے تو کمال درجے کا عشق تھا۔ آپ کو حضورؓ کی دامادی کا شرف حاصل تھا، لیکن قرب اتنا کہ حضورؓ کی آخری طویل بیماری میں ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہے۔ ہم جامعہ میں تھے۔خلیفۂ وقت سے تعلق کی باتیں سن سن کر دل میں جذبات پالتے رہے۔ایک دفعہ جلال شمس صاحب اور خاکسار کو ملاقات کا بھی سپیشل چانس دلوادیا۔حضورِ انور بستر پر تھے۔میر صاحب اپنے ساتھ لے گئے۔ اور کمرہ میں ملاقات کرادی۔ اس کے علاوہ بھی جس کار میں باہر تشریف لے جاتے تو ڈاکٹر حشمت اللہ اور آپ ساتھ ہوتے۔ اور ہمیں وقت سے پہلے بتادیتے کہ آج فلاں جگہ کھڑے ہونا یا فلاں دن جامعہ کے احاطہ میں کار لاؤں گا، دیدار کرلینا۔ اس طرح ہمیں موعود خلیفہ اور روحانی لیڈر کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوجاتی اور دل محبت وعقیدت سے لبریز ہوجاتا۔

حضرت میر صاحب فرماتے اس انسانؓ کے مجھ پر بہت احسان ہیں۔ میں تو اس لائق نہ تھا۔ اپنی شادی کا واقعہ سناتے کہ نکاح ہو چکا تھا۔ ایک دن حضورؓ ساتھ لے گئے اور فرمایا یہ تمہاری بیوی ہے، اس کو ساتھ لے جاؤ۔ بیٹی کو خود گھر چھوڑنے آئے۔فرماتے جب سے حضور وفات پا گئے ہیں، میں کبھی چار دیواری میں مزار پر جانے کی ہمت نہ پا سکا۔ اب مجھے پتہ لگا ہے کہ عشق کیا ہوتا ہے۔

☆ ایک دن میں نے ان کے بیٹے قمر سلیمان کو دیکھ کر حضرت میر صاحب سے کہا کہ اس کو جامعہ بھیج دیں۔فرمانے لگے اس کی صحت کمزور ہے۔ جامعہ کی تعلیم تو تمہارے جیسے صحتمند اتھلیٹ کو بھی تھکا دیتی ہے۔ یہ تو بہت دبلا پتلا ہے۔ تاہم یہ واقفِ زندگی ہی ہے۔ خدا جس طرح چاہے گا اس سے خدمت لے گا۔میری اور بی بی کی تو یہی خواہش ہے۔قمر سلیمان صاحب اب خدا کے فضل سے اعلیٰ تعلیم کے بعد نائیجیریا میں احمدیہ سکولوں میں پڑھانے کی خدمت کے بعد مرکز میں وکالت وقفِ نو کے ذمہ دار عہدے پر خدمات بجالا کر اپنے قابل فخر باپ کی روح کو خوش کر رہے ہیں۔مولیٰ کریم انھیں مزید خدمات کی توفیق بخشے۔

☆ حضرت میر صاحب کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ میرے ساتھی، ہم جماعت اور جامعہ سٹاف والے جانتے ہیں کہ مجھے ان کے گھر میں بار بار جانے کی توفیق ملتی۔خوب تواضع فرماتے۔ سنہ 1969 میں اعتکاف کے دنوں میں تو کھانا گھر سے بھجواتے۔ ان کے گھر ایک لڑکا ارشد رہتا تھا جو ان کے گھر کھانا لاتا تھا۔ اب وہ جرمنی میں ہے۔ بے پایاں شفقتوں میں سے کس کس کا ذکر کروں۔عید پر عیدی دینا ان کا طریق تھا بلکہ میرے دوست جلال شمس کیلئے بھی بھیجتے تھے۔

☆ سید قمر سلیمان صاحب کے متعلق فرمانے لگے کہ میں نے ایک دفعہ اسے ہلکی سی چپیڑ لگائی لیکن اس کے فوراً بعد مجھے ندامت محسوس ہوئی اور نفس نے ملامت کی کہ تو کون ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل پر ہاتھ اُٹھانے والا۔فرمانے لگے چنانچہ میں نے استغفار کیا اور توبہ کی۔ پھر کبھی کسی بچے کو نہیں مارا۔ بی بی کا مجھے پتہ نہیں وہ اس کے بچے ہیں اور وہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی ہے۔ بہت ہی عزت کرتے بی بی کی۔ اکثر جب تحفہ بھیجنے اور برتن واپس کرنے میں دیر ہو جاتی اور بی بی پوچھتیں تو فرماتے تم میری جواب طلبی کروا دیتے ہو۔ بی بی کہتی ہیں ایسے طالبعلم ہیں جامعہ کے جو برتن بھی وقت پر واپس نہیں کرتے۔

☆ سردیوں میں ہمیں لنڈے کے کوٹ اور سویٹر پہنے دیکھتے تو خوش ہو کر فرماتے اچھا ہے سستے ہیں۔ لیکن میں اپنے بچوں کو صرف اس لئے نہیں پہناتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نسل ہے۔ یہ خودداری قابلِ قدر تھی۔

☆ میر صاحب جامعہ کے ذہین طلبہ کا بے حد احترام کرتے تھے مثلاً محمد جلال شمس صاحب۔ لیکن ان کے متعلق کہتے تھے کہ اگر وہ محنت کرے تو اول آجائے۔

☆ میری ایک دفعہ کمپارٹمنٹ آگئی اور دل برداشتہ ہوا تو تو بڑے پیار سے سمجھا کر اعتماد بحال کیا اور فرمایا: گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں۔

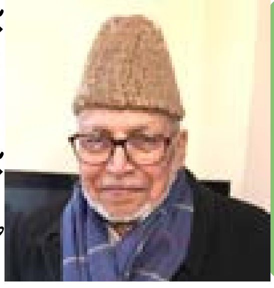

پھر فرمانے لگے کہ تمھیں کیا پتہ کہ میدانِ عمل میں کس نے کس طرح کامیاب ہونا ہے۔ جامعہ تو صرف ایک ابتدائی درس و تدریس کا ادارہ ہے۔ ساری زندگی اس کو درسگاہ نہ سمجھیں۔

☆ میر صاحب اپنے طلبہ کو مختلف اوقات میں ذمہ داریاں دے کر ان کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک دفعہ ایک گروپ نے کسی تقریب کا اہتمام کیا، جس کا معیار کسی پہلو سے بھی میر صاحب کو پسند نہ تھا۔ مجھے بلا کر فرمایا خرچ میں دیتا ہوں۔ دعوت کا اعلیٰ درجے کا انتظام کرنا ہے۔ساتھ منیر احمد بسمل اور ناصر شمس کو لگالو۔ چنانچہ ہم نے انتظام کیا۔ بہت عمدہ انتظام ہوگیا، لیکن بعض طلبہ نے کھانے کے اداب اور جامعہ کے وقار کو ملحوظ نہ رکھا۔میر صاحب نے بلایا اور فرمانے لگے۔ ان کو علیحدہ لے جاکر سلیقہ سکھاؤ کہ دعوتوں میں بھی آداب ہوتے ہیں اور تم لوگوں نے تو دنیا کو سکھانا ہے۔ پھر فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے مربی اس داغ کو دھوئیں جو دوسرے مولویوں نے مذہب کے نام پر لگوا رکھے ہیں۔ آپ ہمیشہ کوشش کرتے کہ جامعہ کے طلبہ ہر جگہ نمایاں عزت پائیں۔ چنانچہ آپ نے طلبہ کیلئے اعلیٰ درجہ کا ہوسٹل بنوایا اور میس بھی عمدہ اور جامعہ کی عمارت بھی اعلیٰ اور ہال بھی خوبصورت۔ کھیلوں کا میدان اور معیار بھی بلند کیا۔ روک دوڑ تو جامعہ کی ایسی دلچسپ ہوتی کہ سارا ربوہ دیکھنے کیلئے امڈ آتا۔ خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر جامعہ کے طلبہ ہر علمی و ورزشی مقابلہ میں آگے آگے ہوتے۔

ایک دفعہ جب آپ صدر خدام الاحمدیہ تھے تو طلبہ کے انعامات بہت تھے۔حضور نے تقسیمِ انعامات کرنی تھی۔ ہر نام کے ساتھ ضلع کا نام بولا جانا تھا، لیکن فرمایا کہ جامعہ کے طلبہ کے نام کے ساتھ جامعہ کا نام بولا جائے۔ اس سال میرے سات آٹھ انعام تھے۔

حضرت میر صاحب جامعہ کی عظیم الشان عمارت بنوائی اور طلبہ میں اعتماد اور احساس برتری کو عروج تک پہنچایا۔ ہر وقت بلڈنگ کے معیار اور لڑکوں کے علمی معیار کی فکر رہتی تھی۔

☆ حضرت میر صاحب نے انتظامی صلاحیتوں کے علاوہ ایک دعا گو ہمدرد عالم باعمل انسان تھے۔ہمیں حدیث پڑھاتے ہم نے دوسرے اساتذہ سے بھی حدیث پڑھی لیکن آپ نے جس رنگ میں پڑھائی وہ بہت اچھوتا تھا۔جس سے معلوم ہوتا کہ آج ہی حدیث پڑھنی شروع کی ہے۔عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر بڑے درد سے پڑھاتے۔ بیان دل و دماغ میں اترتا چلا جاتا۔ یہ خوبی آپ نے اپنے باپ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سے ورثہ میں پائی تھی۔ ہم تو اس عظیم انسان کو نہ دیکھ سکے لیکن بیٹے کے رنگ انداز اور تبحّرِ علمی کو دیکھ کر اندازہ ہوگیا کہ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ عظیم المرتبت انسان ہوں گے، جن کے تینوں بیٹے سلسلہ کے دعاگو عالم باعمل ستون بنے۔سب نے باپ کی مختلف خوبیوں اور صلاحیتوں کو خوب اپنایا اور نام کمایا۔ جماعت کی خدمت کی سعادت پائی۔

حضرت میر صاحب مختلف وقتوں میں ٹیسٹ بھی لیتے اور بہت سخت مارکنگ کرتے، لیکن سالانہ امتحان میں کچھ اور معیار ہوتا۔ پوائنٹ بائی پوائنٹ جو جواب دیتا اس کو اچھے نمبر ملتے۔ ناصر شمس صاحب ان کی اس

ٹیکنیک کو خوب سمجھ گئے تھے۔

☆ حضرت میر صاحب خود اتنا انکسار دکھاتے کہ فرماتے مجھے تقریر سے ڈر لگتا ہے لیکن جب تقریر کرتے اور طلبہ کو اسمبلی یا آخری تقریر کی گھنٹی میں نصائح فرماتے تو انداز ایسا کہ دلوں اور روحوں میں اترتا جاتا۔ سپاسنامے لکھنے کے تو ماسٹر تھے۔ آپ ہر تقریب کے روحِ رواں ہوتے تھے۔ طلبہ کو خلیفۂ وقت کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ہر وقت فکر رہتی اور انہیں خطوط لکھنے کی تلقین کرتے۔ خوب رنگ چڑھایا۔ خلیفۂ وقت کے مقام اور اسکے احترام وتقدس کو جس گہرے رنگ میں ہم سمجھے ہیں یہ اس بزرگ ہستی کی ہی وجہ سے ہے۔ خلیفۂ وقت سے محبت ایمان کو تازگی بخشتی ہے۔

☆ حضرت میر صاحب طلبہ کو سخت جان اور مشقت والی زندگی کا عادی بنانے کی کوشش کرتے۔ اسی لیے ہائیکنگ کے دوران سینکڑوں میل چلنے، کراس کنٹری ریس اور پیدل سفر کی مشق کرواتے اور خود دلچسپی لیتے۔ ایک دفعہ خاکسار نے بھی کراس کنٹری ریس میں حصہ لیا۔ جھنگ جا کر واپس آنا تھا۔ خاکسار قدرتی طور پر ایتھلیٹ تھا اور کھیلوں کا بہت شوقین تھا۔ بڑے شوق سے کراس کنٹری ریس میں حصہ لیا لیکن جھنگ شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی تھک کر چور ہوگیا اور آبلہ پاؤں میں گیا۔ شوق وجذبہ تو قائم تھا لیکن پاؤں نے نڈھال کر دیا تھا اور دل چھوڑ بیٹھا تھا۔ بس پکڑی اور ربوہ واپس آ گیا۔ میر صاحب تو سمجھتے تھے کہ اول آئے گا۔ دیکھ کر پریشان ہوئے اور فرمایا کہ ونگیں پہنا دوں؟ سخت شرمندگی ہوئی۔ کوئی وجہ بھی ان کو قائل نہ کرسکی۔ کہنے لگے کہ میں تو سب طلبہ کو حوصلہ مند اور سخت حالات کا مقابلہ کرنے والے مجاہد کے طور پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ دل چھوڑ دینے والے طالبعلم کو وہ پسند کرتے تھے۔

☆ تقریر سے خود تو گریز کرتے تھے لیکن مقررین کی بہت عزت افزائی فرماتے تھے۔ تقریری مقابلہ جات میں عربی تقریر میں دوتین سال حصہ لیا۔ میری رٹی ہوئی تقریر اچھی ہوگئی۔ اس کو آپ نے کئی دفعہ سراہا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ جب بھی ملتے فرماتے کہ میرے سے تو تم اچھی تقریر کر لیتے ہو۔ حالانکہ یہ بات سن کر مجھے بہت شرم محسوس ہوتی تھی۔ آپ کا مقصد میری حوصلہ افزائی فرمانا تھا۔

☆ میر صاحب اپنے اصول کے بڑے پابند تھے۔

☆ حضرت میر صاحب سیر وتفریح کے بھی شوقین تھے۔ دریائے چناب پر پکنک کیلئے جانا پسند تھا۔ برادرم خلیفہ صباح الدین صاحب کی والدہ کے ہاتھ کے مچھلی کباب بہت مرغوب تھے۔ پکنک کے دوران کشتی میں بیٹھتے تھے۔ گپ شپ چل رہی تھی کہ کوئی نامناسب لفظ میرے منہ سے نکل گیا۔ آپ نے سخت ناپسند فرمایا اور ٹوک دیا۔ فرمانے لگے ابھی تم لوگوں نے مربی بن کر میدانِ عمل میں جانا ہے تو زبان کی احتیاط بے حد ضروری ہے۔ ہر میدان میں وہ ہم لوگوں کا جائزہ لیتے رہتے تھے اور ہماری عادتوں سے خوب واقف تھے اور پردہ پوشی کرتے اور نصیحت سے ہمیں راہِ راست پر چلاتے تھے۔

ہم نے شاہد کا امتحان دینا تھا۔ بعض طلبہ امتحان کے بارے میں سنجیدہ نہ تھے اس لئے طب کے امتحان میں بہت سے فیل ہو گئے۔ سب کو سبق دینے کیلئے تین مہینے مزید لگوائے۔ ایک کلاس فیلو، جو بہت سنجیدہ تھا، اس نے پیپر میں اوٹ پٹانگ لکھ دیا جس پر پرچہ دیکھنے والے نے سخت ریمارکس دیے اور وہ بیچارہ زیرِعتاب آ گیا۔ میر صاحب چونکہ اسے آخری وارننگ دے چکے تھے اس لئے دوبارہ سفارش نہ کی۔ سخت ابتلا اور کٹھن راہیں جامعہ کے کورس کا حصہ ہیں۔ جس پر خدا کا فضل ہو وہی اس کو طے کرتا اور سرخرو ہوتا ہے۔

* ان دنوں جامعہ کی آخری کلاس کو ہوسٹل سے چھٹی ہو جاتی تھی۔ سب نے اپنا انتظام کرنا ہوتا تھا۔ خاکسار اور برادرم اسماعیل منیر ثانی صاحب نے دار البرکات میں دو کمرے کا چھوٹا سا گھر 20 روپے ماہوار کرائے پر لیا لیکن کھانے کا مسئلہ تھا۔ آپ نے ازراہِ شفقت چند ماہ مزید ہوسٹل سے کھانے کی اجازت فرمائی۔ ان کی شفقت تھی۔ پھر گاہے گاہے ہمارے پاس بھی آتے۔ ایک دن آپ برادرم ناصر شمس صاحب کے ساتھ تشریف لائے لیکن میں نے ان کو نہ دیکھا۔ برادرم ناصر شمس صاحب مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ کسی بات پر میں نے کہا کہ یار میر صاحب نے مولانا یا مولوی کا لفظ میرے لئے استعمال کیا ہے جس سے مجھے بڑا وَٹ چڑھا ہے۔ دوسرے روز ہی کسی کے ہاتھ خط اور تحفہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ اگر وَٹ نہ چڑھے تو یہ تحفہ آپ کیلئے ہے۔ یہ ان کی شفقت تھی۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے میرا وہ فقرہ سن لیا تھا اور چلے گئے تھے۔ میں سمجھا صرف برادرم ناصر شمس صاحب ہی تھے۔ یہ ان کا بڑا پن تھا۔

* حضرت میر صاحب اپنے طلبہ کی جسمانی تکلیف کو بھی دیکھ نہ سکتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے ملیریا ہوگیا۔ فضلِ عمر ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ اس وقت مکرم بھٹی صاحب میل نرس تھے۔ آپ تشریف لائے تو مجھے سخت بخار تھا۔ آتے ہی فرمانے لگے کہ اسے سخت بخار ہے۔ تم نے ابھی تک اسے ٹھنڈی پٹیاں بھی نہیں لگائیں۔ پھر گھر سے کھانا بھی بھجواتے رہے۔ عظیم شفیق باپ تھا۔ یہی صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کا طریق تھا۔

* حضرت میر صاحب کا طریق تھا کہ آپ فارغ التحصیل طلبہ کی فائل پر دعا کے ساتھ اپنی رائے اور تاثرات لکھتے۔ آپ کے ریمارکس لمبے تجربہ کی بنا پر ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ تعلق اور بے تکلفی اپنی جگہ لیکن ریمارکس دیانت وامانت کا مسئلہ ہے۔ خلافت کے اطاعت گزار تھے۔ فرماتے تھے کہ میرے تاثرات 95 فیصد درست نکلتے ہیں۔ جن لوگوں نے مایوس کیا ان کی مثال دے کر فکر کا اظہار فرماتے۔ آخر انسان تھے سو فیصد ججمنٹ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔

* جامعہ سے فراغت کے ساتھ ہی اچکن کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب نے ایک دفعہ اچکن کا کپڑا بھیجا لیکن ساتھ ہی سلوائی کی قیمت کا بھی وعدہ کر دیا۔ 40 روپے میں مکرم منان ٹیلر صاحب نے سی کر دی۔ میں نے پہنی تو پسند فرمائی۔ فرمانے لگے اس کپڑے کی خال اچھی ہے۔ یہ کپڑا بی بی کی پسند ہے۔ لائلپور سے خرید کر لائے تھے۔ سن 1969ء میں مجھے یہ اچکن پہن کر قادیان جانے کی سعادت ملی۔

* ان دنوں بعض بیٹیوں والے ضرورتمند والدین جامعہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کو بھی بعض اوقات زیرِغور رکھنے لگے تھے۔ میر صاحب نے ایک دن فرمایا کہ شادی کا بھی سوچو۔ عرض کیا کہ حالات اجازت نہیں دیتے۔ فرمانے لگے کہ واقفِ زندگی کے حالات تو اسی طرح رہنے ہوتے ہیں۔ تم پروگرام بناؤ خدا سبب پیدا کر دے گا۔ لیکن دو باتیں یاد رکھو۔ ایک تو روزانہ درود شریف کا ورد کیا کرو اور دعا بہت کیا کرو۔ دوسرے انتخاب کے وقت کسی ملازمت کرنے والی کو ترجیح نہ دینا۔ کیونکہ پھر اور مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں اور مربی کیلئے وقف نبھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انہی ہدایات کی روشنی میں والدین نے شادی کا بندو بست فرمایا۔ اور میر صاحب نے مالی اعانت فرما کر سارے بوجھ ہلکے کر دیے بلکہ شادی کے بعد بھی ایک دن اپنے کارکن مکرم سلیم صاحب کو میرے گھر ایک لفافہ دے کر بھیجا جس میں 100 روپے تھے۔ اس وقت ہمارا الاؤنس 90 روپے ہوتا تھا۔ یہ ان کی دریا دلی کی مثال ہے۔

* میرے دوست مکرم جلال شمس صاحب کے حالات بھی مجھ سے ملتے جلتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا بھی خیال فرمائیں۔ آپ اشارہ سمجھ گئے اور ان کی والدہ صاحبہ کو گھر بلایا اور بڑی عزت سے پیش آئے اور طلائی کڑے، جو بی بی یا بیٹی کے تھے، انھیں دے دیے کہ جا کر جلال شمس کی شادی کا انتظام کرو۔ اس کے علاوہ بھی مدد فرمائی۔

* حضرت میر صاحب جامعہ کے بیسیوں لڑکوں کی مدد فرماتے۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔ ایک دوست کی شادی تھی۔ اس کے ساتھ کچھ اختلاف تھا۔ لیکن اس کی ذہانت کے قائل تھے۔ اسے بھی شادی پر حسب عادت تحفہ بھیجا اور اس کی شادی کی خوشیوں میں شامل ہوئے۔ وہ دوست اب بھی بتاتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ میر صاحب مجھے پسند نہیں کرتے۔ لیکن یہ تو عظیم انسان ہے۔ سب طلبہ سے یکساں سلوک فرماتے۔ ہاں بعض کے ساتھ ان کی طبائع کے مطابق تھوڑا سا بے تکلف ہوجاتے لیکن پیار، محبت، شفقت اور راہنمائی سب سے برابر تھی۔ اسی لئے جب آپ اس دنیا سے کوچ کر گئے تو ہر طالبعلم سمجھتا تھا کہ وہ آج حقیقی طور پر یتیم ہوگیا ہے۔

جامعہ کا رعب دبدبہ اور وقار قائم کرنے میں میر صاحب نے بنیادی کردار ادا کیا۔ مولویت اور خشکی کو لڑکوں سے نکالنے کو تو آپ جہاد سمجھتے اور یقیناً آپ اس جہاد میں کامیاب ہوئے۔

* حضرت میر صاحب اچھی شعر وشاعری کو بھی پسند فرماتے۔ مثلاً ایک دفعہ میری کاپی سے بعض شعروں پر نشان لگائے۔ ؎

ہم سے کہتے ہیں چمن والے غریبانِ چمن
تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے ویرانے کا نام

میری ڈائری سے شعر پڑھ کر ان پر کہا۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا کلام ازبر تھا۔ سوزِ لحن بھی بہت پسند تھا۔ ناصر شمس صاحب سے غزلیں اور نظمیں سنتے تھے۔ ناصر شمس صاحب اور حفیظ کھوکھر صاحب کی آواز اچھی تھی۔

* سن 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ مغربی افریقہ کے تاریخی دورہ پر تشریف لے گئے۔ یہ افریقہ میں کسی بھی خلیفۃ المسیح کا پہلا دورہ تھا۔ آپ نے حضورؒ کی واپسی کی خوشی میں استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شدید گرمیوں کے دن تھے۔ آپ کو بی بی صاحبہ نے مشورہ دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام «بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد» کو بڑے رنگ برنگے بلبوں کے ساتھ بڑے سے سائن بورڈ پر لکھ کر ربوہ کی گولبازار والی پہاڑی پر آویزاں کیا جائے تا کہ دور دور تک روشنیوں سے تحریر کردہ یہ پرنور الہام پڑھا جائے اور پیشگوئی ظاہری طور بھی بڑی شان کے ساتھ پوری ہوتی نظر آئے۔ حضرت میر صاحب نے مجھے اپنے آفس میں بلایا اور بتایا کہ بی بی

کا یہ خیال ہے کہ جامعہ والے یہ کام اپنے ذمہ لیں۔ ہماری کلاس، جو جامعہ کی آخری کلاس تھی، نے بڑی خوشی سے اس سعادت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا۔ ساری کلاس اس محنت طلب کام پر جٹ گئی۔ میر صاحب کی قدم قدم پر راہنمائی اور مدد نے ایک عجیب ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔ پہاڑی کی چوٹی پر اتنے بڑے سائن بورڈ کو بجلی کے قمقموں سے جگمگانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ایک ایک چیز کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ بڑی بڑی پائپیں لیں۔ بجلی والوں کو وہاں تک بجلی لے جانے کا کہا۔ شدید گرمی اور کڑکتی دھوپ میں میر صاحب کا بار بار پہاڑی کی چوٹی پر جانا ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ برادرم اسمٰعیل منیر صاحب، برادرم ملک منصور صاحب، برادرم خلیل مبشر صاحب، برادرم خلیفہ صباح الدین صاحب، برادرم فضل الٰہی صاحب، برادرم صفی الرحمٰن خورشید صاحب سب نے انتھک محنت کر کے منصوبہ کو چار چاند لگا دیے اور پہاڑی بقعۂ نور بن گئی۔ سارے ربوہ والوں کی توجہ کا مرکز وہ پہاڑی بن گئی۔ ہر کوئی حیران کہ یہ کام کیسے ہوگیا۔ لیکن حضرت میر صاحب بڑے خوش کہ محنت کام آئی اور پرکشش چیز پیش کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اسی رات جامعہ کے چھوٹے چھوٹے درختوں پر بھی قمقمے عجیب سہانا منظر پیش کر رہے تھے۔ خدام، انصار اور دوسری تنظیموں نے بھی اپنے دفاتر خوب سجائے تھے۔ سرگودھا اور فیصل آباد سے سارے قمقمے ختم ہو گئے تھے۔ لاہور سے بھی لائے گئے۔ ساری خوشی سمٹ کر ربوہ آگئی تھی۔ رات دن سے بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔ حضرت میر صاحب رات کو حضورؒ کے ہمراہ جامعہ اور دیگر پہاڑی عمارات کا نظارہ کرانے لائے۔ ربوہ دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ ہر دل میں قمقمے جل رہے تھے۔ جن کا اظہار ظاہری طور پر بھی نظروں کو خیرہ کر رہا تھا۔ ایسا نظارہ کہ سب عش عش کہہ اٹھے تھے۔ دوسرے روز میر صاحب نے حضورؒ کی خوشنودی کے کلمات بھی ہمیں سنائے۔ اور مجھے حکم دیا کہ ان سب شیروں کی جنھوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے، نعمت کدہ گولبازار میں دعوت کرو تا ان کی حوصلہ افزائی ہو۔ لیکن سب کو بتا دو کہ حضورؒ نے بہت دعا دی ہے۔ بار بار کہتے کہ پہاڑی کی تحریر کا آئیڈیا بی بی کا ہے۔ اچھوتا خیال پایہ تکمیل کو پہنچ جائے تو خیال پیش کرنے والا خوشی کی آخری حدوں کو پہنچ جاتا ہے۔ میں نے پالیا، میں نے پالیا، پکار اٹھتا ہے۔ یقیناً بی بی کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اللہ انہیں جزا دے۔

* ہم مربیان جامعہ احمدیہ سے فارغ ہو کر دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید میں مفوضہ امور کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔ گاہے بگاہے جب بھی خاکسار میر صاحب کے دفتر میں حاضر ہوتا تو دیکھا کرتا کہ میر صاحب دفتر میں کرسی سے کھڑے ہو کر بڑے تپاک سے سلام کا جواب دیتے، استقبال کرتے اور کرسی پیش کرتے۔ بہت شرم آتی کہ اس شان کا انسان اتنی عزت دینے کی کیوں کوشش کرتا ہے۔ ایک دن رہا نہ گیا اور عرض کر دیا کہ میر صاحب آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیوں شرمندہ کرتے ہیں؟ فرمانے لگے اب تم سلسلہ کے عالم ہو۔ میرا فرض ہے کہ اب تم سے اسی طرح معاملہ کروں۔ عرض کیا کہ بے شک دوسرے طالبعلموں سے ایسا کریں لیکن مجھے معاف کریں۔ ورنہ میں نہیں آیا کروں گا۔ فوراً فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ جم جم آؤ اجازت کا شکریہ۔

* حضرت میر صاحب دفتروں میں ہماری کارکردگی دیکھنے اور ملاقات کیلئے بھی کبھی کبھی چلے جاتے۔ ان دنوں نصرت جہاں سکیم کا دفتر نیا نیا کھلا تھا۔ 17 سالہ منصوبہ تھا۔ رات دن مصروفیت رہتی تھی۔ ہمارے انچارج مکرم چوہدری سمیع اللہ سیال صاحب تھے جو بہت محنتی انسان تھے۔ دوپہر کو لنگر خانہ کی دال لا کر ہمیں بھی دیتے اور کام تھا کہ ختم ہی نہ ہوتا۔ دفتری اوقات کے علاوہ بھی وقت دینا پڑتا۔ مکرم سیال صاحب کی آواز ماشاء اللہ بڑی کڑک دار تھی۔ میر صاحب مذاق سے فرماتے تمہارے باس کی آواز تو بڑی مزیدار ہے۔ ان کے گلے میں ایکسٹرا بیٹریاں لگی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ مکرم سیال صاحب بھی تو میر صاحب کے دوست اور جلسہ سالانہ کے اہم شعبہ پرالی کے انچارج رہے ہیں۔ بے تکلفی اور احترام اور مزاح میں لطیف امتیاز رکھنے کا سلیقہ آپ کو خوب آتا تھا۔ جتنا عرصہ خاکسار ان کے پاس رہا ہمیشہ نہایت عزت سے پیش آئے۔ (باقی آئندہ انشاءاللہ)

* * * * * * *

بقیہ: مغربی افریقہ کے ملک مالی میں احمدیت کا آغاز...... از صفحہ 8

نہ تھا۔ اس رؤیا کی تعبیر آپ نے یہ کی کہ تین سال کے عرصہ میں مسیح موعودؑ کا ظہور مبارک ضرور بضرور بلاد عربیہ میں ہو جائے گا۔ اس رؤیا کے ایک ہفتہ بعد بھی کوئی آپ کے پاس تعویز لینے نہ آیا۔ چنانچہ مجبوراً آپ نے اپنے دوست سے شکریہ کیساتھ اجازت مانگی مگر چونکہ آپ کا دوست آپ کی نیکی اور پرہیزگاری کو دیکھ چکا تھا لہٰذا پہلے تو وہ اجازت دینے پر تیار نہ ہوا مگر مجبور کرنے پر اس نے اجازت دے دی۔ آخر آپ نے اس سے اجازت لے کر شہر کا رخ کیا مگر انجانے ملک میں نہ تو آپ سے کوئی تعویز لینے والا ملا اور نہ ہی آپ کو کوئی جائے پناہ میسر آئی۔ سارا دن جائے پناہ کی تلاش جاری رکھی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

احمدیوں سے ملاقات

رات کے اندھیرے میں ایک آدمی نے آپ کو دیکھا تو آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ آپ رات کے اندھیرے میں اس طرح شہر میں نہ پھریں کیونکہ شہر میں بہت سے ڈاکو ہیں جو کہ کسی بھی اجنبی کو مال ہتھیانے کی غرض سے قتل کر دیتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ اس شہر میں اجنبی ہیں اور اس ملک میں آپ کو کوئی نہیں جانتا اور کوئی ٹھکانہ بھی نہیں کہ وہاں رات گزاری جاسکے۔ اس شخص نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ سامنے ایک سفید فام لوگوں کی مسجد ہے بہتر ہے کہ آپ وہاں رات گزار لیں۔

چنانچہ آپ اس مسجد میں رات گزارنے کے لئے چلے گئے۔ اسوقت عشاء کی نماز ہوچکی تھی اور لوگ نماز پڑھ کے باہر نکل رہے تھے۔ ان افراد کے درمیان دو سفید فام لوگ بھی تھے۔ آپ نے ان سے مسجد میں رات گزارنے کی اجازت مانگی جو کہ آسانی سے مل گئی۔ آپ نے رات مسجد میں گزاری۔ مگر صبح فجر کی نماز پر جو منظر آپ نے دیکھا وہ آپ کو بالکل پسند نہیں آیا کیونکہ احمدیوں نے فجر کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جبکہ آپ کا جس فرقہ سے تعلق تھا اس میں ہاتھ باندھ کر نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ یہ منظر آپ کو پسند نہ آیا۔ پھر جو درس دیا گیا وہ وفات مسیحؑ پر دیا گیا۔ آپ کیونکہ اس وقت احمدیت کے بارہ میں کچھ نہیں جانتے تھے لہٰذا آپ نے خیال کیا کہ یہ لوگ دین سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں (نعوذ باللہ) اور جس قدر جلد ہو سکے ان سے جان چھڑا لینی چاہیئے۔ یہ سوچ کر کہ ان کے پیچھے نماز قبول نہ ہوئی ہوگی آپ نے دوبارہ فجر کی نماز ادا کی۔ اور سورج نکلتے ساتھ ہی مسجد سے اس ارادہ سے نکلے کہ اب کبھی اس مسجد میں داخل نہ ہونگے۔ مگر خدا تعالیٰ آپ کو ہدایت دینا چاہتا تھا اس لئے تمام دن کی مشقت کے باوجود آپ کو کوئی اور ٹھکانا نہ ملا۔ آخر رات کا اندھیرا چھانے لگا اور ڈاکوؤں کا پھر سے خوف ذہن میں آنے لگا۔ پہلے تو کچھ دیر اندھیرے میں بھی جائے پناہ کی تلاش جاری رکھی مبادا کہ پھر سے احمدیوں کی مسجد جانا پڑ جائے۔ مگر سب بے سود اور بیکار تھا۔ اس اجنبی شہر میں کسی کا رہائش دینا تو دور کی بات، کوئی بات سننے کے لئے تیار تک نہ تھا۔ اب سوائے احمدیوں کی مسجد کے کوئی ٹھکانہ باقی نہ بچا تھا۔ چنانچہ پھر خدا آپ کو احمدیہ مسجد میں لے آیا۔ خیر ایسا تین چار روز تک ہوتا رہا کہ مسجد میں آپ رات گزارتے اور صبح ہوتے ہی پناہ گاہ کی تلاش میں نکل جاتے۔ ان چار پانچ ایام میں آپ کا دل احمدیت سے بالکل بیزار ہوگیا۔ جو نماز بھی آپ احمدیوں کے پیچھے پڑھتے اسے جاکر دوبارہ ادا کرتے۔ ان چار ایام کے دوران آپ کو ایک احمدی نے یہ دیکھ کر کہ آپ عربی جانتے ہیں، آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کشتیٔ نوح کا عربی ترجمہ سفینۃ النوح پڑھنے کے لئے دے دی۔ کیونکہ آپ کا دل احمدیت سے بالکل بیزار ہو چکا تھا لہٰذا آپ نے یہ کتاب پڑھنے کے بجائے اس کو ایک طرف رکھ دیا لیکن اس حالت میں احمدیوں کی مسجد کے علاوہ کوئی ٹھکانا بھی آپ کے پاس نہ تھا۔

آخر تنگ آ کر آپ نے ایک خط سعودی عرب حکومت کے نام لکھا جس میں آپ نے لکھا کہ بلاد افریقہ میں ایک احمدیہ جماعت موجود ہے جو کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا اعلان کرتی ہے اور اس کے لوگ ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس طرح اسلام کو یہ لوگ خراب کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قصہ مختصر یہ کہ اس خط میں آپ نے سعودی عرب سے پُر زور اپیل کی کہ کسی طرح بھی ہو سکے وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے احمدیت کو یہاں سے ختم کروادیں (نعوذ باللہ)۔ یہ خط لکھ کر آپ فارغ ہوئے اور اسے بھیجنے کے لئے میز پر رکھنے لگے تو اس وقت آپ کی نظر میز پر پڑی کتاب سفینۃ النوح (حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کشتی نوح کس عربی ترجمہ) پر پڑی۔ یہ کتاب اٹھا کر جب آپ نے بے دلی سے اسے کھولا تو خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جیسے ہی آپ نے کتاب کو کھولا آپ کی نظر خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کی اس عبارت پر ڈلوائی:

’’اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ۔۔۔لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل اسناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھاوے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 19 کشتی نوح صفحہ 50)

اس سطر پر نظر پڑی ہی تھی کہ آپ کے دل کے تمام اعتراضات دور ہو گئے۔ اسی وقت آپ نے سوچا کہ یہ کسی صاف گو اور بہت نیک انسان کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ آپ کیونکہ سعید فطرت تھے فوراً سمجھ گئے کہ یہ کتاب کسی جھوٹے کی ہر گز نہیں ہوسکتی۔

اسی وقت آپ کو رؤیا اور خدا کی اس تدبیر کا سارا معاملہ سمجھ آ گیا کہ یہ خدا کی تقدیر کے تحت تمام معاملہ ہو رہا تھا کہ باوجود احمدیوں سے بار بار جان چھڑانے کے اللہ تعالیٰ بار بار آپ کو احمدیہ مسجد میں لے کے آ رہا تھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر آپ نے فوراً بیعت کا ارادہ کرلیا اور اسی شام کو اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے کی توفیق بھی عطا کی۔ بیعت کے بعد مکرم عمر معاذ صاحب کو پاکستان جاکر جامعہ احمدیہ سے تعلیم مکمل کرنے کی توفیق ملی اور اب اللہ کے فضل سے بطور مبلغ سلسلہ مالی میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

پہلی بیعت سے لے کر آج تک خلافت احمدیہ کے زیر سایہ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ مالی کی ترقیات کا سلسلہ جاری ہے اور جماعت احمدیہ مالی پر چڑھنے والا ہر دن اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مرسلہ: غلام مصباح بلوچ

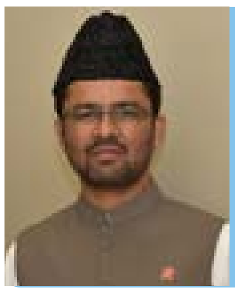

حضرت منشی ہاشم علی صاحب رضی اللہ عنہ۔سنور

حضرت منشی ہاشم علی صاحب رضی اللہ عنہ ولد میاں محمد بخش صاحب قوم ارائیں سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور تحصیل برنالہ میں پٹواری تھے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ بیعت سے قبل کے عقیدت مندوں میں سے تھے چنانچہ آغاز احمدیت میں ہی سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہوگئے اور عقیدت اور ارادت مندی میں دن بدن بڑھتے چلے گئے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ’’ازالہ اوہام‘‘ میں تحریر فرمایا ہے: ’’اب میں اُن مخلصوں کا نام لکھتا ہوں جنھوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جن کو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں۔‘‘(روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 520) چنانچہ ان مخلصین کے ناموں میں 21 ویں نمبر پر حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: ’’منشی حشمت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سنور اور منشی ہاشم علی صاحب پٹواری تحصیل برنالہ اس عاجز کے یکرنگ مخلصین میں سے ہیں۔خدا تعالیٰ ان کا مددگار ہو۔‘‘(روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 533)

آپ پہلے پٹواری تھے ، بعد ازاں گرداور بن گئے چنانچہ اپنی اس ڈیوٹی کے سلسلے میں برنالہ، سردول گڑھ اور سنگت کلاں وغیرہ مختلف جگہوں پر متعین رہے، جہاں بھی رہے احمدیت کا نمائندہ اور عمدہ نمونہ بن کر رہے۔ جماعت کی مالی تحریکات میں خود بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت سمجھاتے ہوئے اس میں شامل ہونے کی تلقین کرتے۔جماعتی لٹریچر میں متعدد جگہوں پر آپ کی مالی قربانی اور ایثار کا ذکر محفوظ ہے جس میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

خلافت اولیٰ کے آغاز میں خالصہ قوم میں تبلیغ کے لیے ایک مجلس ’’سادھ سنگت‘‘ کے نام سے قائم ہوئی جس کے لیے آپ نے بھی امداد کا وعدہ فرمایا جس پر اخبار الحکم لکھتا ہے: ’’منشی ہاشم علی کے ذکر پر میں اپنے دل میں جوش پاتا ہوں کہ اُن کے نمونہ کو قوم کے سامنے رکھوں کہ وہ خدمت دین کے لیے اپنے مال کو کس طرح قربان کرنے کے لیے طیار رہتے ہیں۔سادھ سنگت کے ممبر چاہتے ہیں کہ منشی ہاشم علی صاحب کی طرف سے ہی ایک ٹریکٹ چھپوا کر تقسیم کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ ایسے تمام دوستوں کے اموال میں اور نفوس میں برکت رکھ دے۔‘‘ (الحکم 21/28 جولائی 1909ء صفحہ 10)

اسی طرح خلافت اولیٰ میں ہی ممالک غیر میں تبلیغ کے لیے آپ کے جوش کا ذکر کرتے ہوئے اخبار الحکم لکھتا ہے: ’’مکرم مخدوم منشی ہاشم علی صاحب منصرم بندوبست سردول گڑھ نے اطلاع دی ہے کہ وہ اس مد میں ایک روپیہ ماہوار دیں گے۔منشی ہاشم علی صاحب کو قدرت نے خدمت دین کے لیے ایک فیاض اور پُر جوش دل عطا کیا ہے، سابق بالخیرات ہونے کی انھیں ہمیشہ آرزو رہتی ہے۔ مجھے آج تک کوئی تحریک یاد نہیں جس میں سب سے اول انھوں نے شمولیت کے لیے قدم نہ اٹھایا ہو، ایک متمول اور خوش حال آدمی کے لیے سو پچاس خرچ کر دینا اتنا مشکل نہیں ہوتا جس قدر ایک معمولی آدمی کے لیے چند پیسے دینا مگر منشی ہاشم علی صاحب ہر دینی تحریک میں دل کھول کر حصہ لیتے ہیں اور اپنی ذاتی ضروریات پر وہ دینی ضرورتوں کو مقدم کرتے ہیں، اس لحاظ سے ان کی ایک روپیہ ماہوار کی امداد نہایت قیمتی اور قابل قدر امداد ہے، اللہ تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر دے۔‘‘ (الحکم 28 جولائی 1910ء صفحہ 10)

قادیان میں تعمیر مدرسہ کے متعلق اخبار بدر لکھتا ہے: ’’برادر منشی ہاشم علی صاحب احمدی گرداور ریاست پٹیالہ بدر میں تعمیر مدرسہ کی خبر پڑھ کر اپنی وسعت کے مطابق تعمیر مدرسہ کے واسطے کچھ نقد ارسال کرتے ہیں اور کچھ ماہواری چندہ مقرر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں میری استطاعت بہت تھوڑی ہے ورنہ دل تو چاہتا ہے کہ لاکھ کا لاکھ میں ہی دے دوں...‘‘(بدر 29 فروری 1912ء صفحہ 7)

خلافت ثانیہ کے موقع پر غیر مبائعین کے پروپیگنڈے کو مٹانے کے لیے کوشاں رہے، اس سلسلے میں ایک مرتبہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لکھا: ’’حضورؓ کا خطبہ جمعہ مورخہ 10/ ستمبر جس میں خواجہ صاحب کے مطالبہ کا جواب ہے اور 13/ ستمبر کے الفضل میں شائع کیا گیا ہے، بلحاظ اپنی اہمیت کے اس قابل ہے کہ جیسے پانچ سوالوں کا جواب اس عاجز کی تحریک پر علیحدہ چھپ کر مفت تقسیم ہو چکا ہے اسی طرح اس کی بھی ایک ہزار کاپی ٹریکٹ کی شکل میں چھپے جس کی لاگت خاکسار دینے کو تیار ہے۔‘‘ جس پر اخبار الفضل نے لکھا: ’’آپ کی یہ نیک تحریک واقع میں قابل تائید اور ضرور التعمیل ہے پھر اس کے ساتھ مالی قربانی کی مثال اور بھی لائق تحسین و تقلید ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔‘‘ (الفضل 30 ستمبر 1915ء صفحہ 1)

اسی طرح اخبار الفضل 5/ مئی 1917ء صفحہ 1 پر ’’ایک ہزار کے لیے اپیل‘‘ کی تحریک میں آپ کا اخلاص بھرا خط شائع شدہ ہے۔ چندہ جلسہ سالانہ کے علاوہ بھی جلسہ سالانہ کے اخراجات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، اس سلسلے میں آپ نے یہ وعدہ کیا ہوا تھا کہ جلسہ سالانہ میں نمک کا خرچ آپ ادا کریں گے، جلسہ سالانہ 1915ء کے موقع پر آپ کا ذکر یوں درج ہے: ’’اخویم مکرم جناب منشی ہاشم علی صاحب سنوری گرداور قانون گو (پٹیالہ) نے جلسہ سالانہ کے متعلق نمک کا کل خرچ اپنے ذمہ لیا جس کا سابقاً اعلان ہو چکا ہے، اب آپ نے مبلغ آٹھ روپے علی الحساب بھیج دیے ہیں، اس سے زیادہ جو ہوگا وہ بھی ان شاء اللہ خود آ کر دے دیں گے، مرحبا، جزاہ اللہ۔‘‘(الفضل 19 دسمبر 1915ء صفحہ 2 کالم 3) اسی صفحہ پر ترجمۃ القرآن انگریزی کی اشاعت کے لیے آپ کے 10 جلدیں فروخت کرانے کا وعدہ مذکور ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ نے اخبار الفضل میں اعلان شائع کرایا کہ کتاب اسلام اصول کی فلاسفی کا فرانسیسی ترجمہ چھپ کر تیار ہے، اخباروں وغیرہ میں اس کے اشتہار کے لیے کچھ روپوں کی ضرورت ہے، احباب اس مد میں مدد کریں، تو حضرت منشی ہاشم علی صاحبؓ نے فوراً اس پر لبیک کہا، اخبار الفضل لکھتا ہے: اس کے متعلق منشی ہاشم علی صاحب گرداور جو بہت مخلص اور جوشیلے احمدی ہیں، لکھتے ہیں: ’’فرانسیسی کتاب کے متعلق جناب مفتی محمد صادق صاحب نے تھوڑی سی رقم بہت جلد منگائی ہے اور الفضل میں درج ہے کہ روپیہ معرفت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جمع ہو کر آنا چاہیے، اس لیے مبلغ ساڑھے آٹھ روپیہ کا منی آرڈر اسی وقت ڈاکخانہ میں بھیج دیا جس کی کوپن پر تفصیل حسب ذیل درج ہے: خاکسار کتاب الحروف امداد فرانسیسی کتاب پانچ روپیہ ..... خدا کرے اگلی اشاعت میں ہی الفضل لکھ دے کہ مفتی صاحب کے مطالبہ سے زیادہ رقم جمع ہو چکی ہے، آمین ثم آمین۔‘‘ ہم جناب منشی صاحب موصوف کو جزاک اللہ احسن الجزاء کہتے ہوئے دوسرے احباب کے سامنے ان کی مثال پیش کر کے توجہ دلا دیتے ہیں کہ وہ بھی ولایت فنڈ میں اسی جوش کے ساتھ حصہ لیں تا کہ مفتی صاحب کی مطلوبہ رقم بہت جلد جمع ہو سکے۔‘‘ (الفضل 9جون 1917ء صفحہ 2)

اسی طرح اخبار الفضل 28/ جولائی 1917ء صفحہ 2 پر آپ کے دینی اخلاص کا ذکر یوں درج ہے: ’’مکرمی ہاشم علی صاحب گرداور سنگت کلاں بڑے مخلص اور جوشیلے احمدی ہیں، ہر تحریک میں بڑے اخلاص سے حصہ لیتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی ہمت میں اور برکت دے اور دیگر احباب کو ان کی تقلید کی توفیق بخشے۔ صاحب موصوف اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں: ’’الفضل 14/ جولائی 1917ء کے مضامین عید الفطر ، تبلیغ انگلستان۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب ہسپتال کے لئے چندہ مانگتے ہیں، نے دل بیتاب کو بالکل بے قرار کر دیا، اپنی ذمہ داریوں کے مقابلہ میں جب کبھی کمزوری، لاپرواہی کو رکھا تو بہت افسوس ہوا، اس اخبار سے دل میں بہت ہی درد پیدا ہوا جس کی تھوڑی سی دوا پھر پھرا کر پیدا کی ہے جو بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ارسال کر دیے ہیں۔ گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف۔‘‘

آپ نے 28/ مارچ 1925ء کو وفات پائی، میت قادیان نہ آسکی بوجہ موصی (وصیت نمبر 2287) ہونے کے یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔ اخبار الفضل نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا:

’’جناب منشی ہاشم علی صاحب کا انتقال‘‘

’’جناب منشی صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پرانے خدام میں سے نہایت مخلص اور سلسلہ سے خاص محبت اور شیفتگی رکھنے والے تھے، 28/ مارچ 1925ء کی صبح کو 65 سال کی عمر میں فوت ہو کر محبوب حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم میں وہ تمام خوبیاں اور صفات پائی جاتی تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب اوّلین کے لئے مخصوص ہیں، باوجود پیرانہ سالی کے اشاعت سلسلہ میں نوجوانوں سے بڑھ کر جوش رکھتے اور تبلیغ کا کوئی موقعہ نہ جانے دیتے۔ ہمیشہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر سلسلہ کی مالی مدد کرتے اور ہر تحریک میں پیش پیش رہتے۔ ایسے مخلص اور ایثار مجسم بزرگ کی وفات یقیناً نہایت رنج دہ اور افسوسناک ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان کو دینی خدمات میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ سب احباب مرحوم کے لیے دعا مغفرت کریں۔‘‘

(الفضل 21/ اپریل 1925ء صفحہ 2)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے لکھا: ’’حضرت منشی ہاشم علی صاحب کا نام میری کسی معرفی کا محتاج نہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت ہی پرانے مخلصین میں سے تھے، آپ دعوے سے بھی پہلے حضورؑ کے ساتھ تعلق محبت و ارادت رکھتے تھے .... مرحوم کچھ عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے۔ وہ سلسلہ کے نہایت ہی مخلص اور فدائی تھے۔ سلسلہ کے تمام کاموں اور تحریکوں میں سب سے اول حصہ لینے کی خواہش رکھتے تھے اور لیتے تھے۔ ہمیشہ مالی قربانیوں میں اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لیتے۔ سالانہ جلسہ کی تقریب پر لنگر خانہ میں اجناس اور دوسری اشیاء کے دینے کی سب سے ابتدائی تحریک ان کی طرف سے ہوئی تھی۔ انھوں نے نمک کا کل خرچ لے کر اس مبارک تحریک کا آغاز کیا اور مجھے یقین ہے کہ ان کا اخلاص ہمیشہ اس نیک عمل کو صدقہ جاریہ کی صورت میں اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ کے ماتحت رکھے گا۔ سلسلہ کی کتابوں اور اخبارات کی اشاعت میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ کبھی اور کسی حال میں ان کو کوئی شک و شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا تھا۔ غرض مرحوم بہت سی خوبیوں کے جامع تھے ....‘‘(الحکم 7/14 اپریل 1925ء صفحہ 6)

آپ کی اولاد میں ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا علم ہوا ہے۔ آپ کی بیٹی کی شادی حضرت رحمت اللہ صاحب ابن حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ (آپؓ نے اپنی طرف سے حضرت اقدسؑ کو اپنا وکیل بننے کی درخواست کی تھی جو حضور نے منظور فرمائی۔ بدر 11/ اپریل 1907ء صفحہ 10) بیٹی کا نام مذکور نہیں لیکن بہشتی مقبرہ قادیان میں ایک یادگاری کتبہ (وصیت نمبر 1262) استانی رحمت زوجہ رحمت اللہ صاحب سنور پٹیالہ لگا ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ بیٹے محمد اسماعیل صاحب تھے (الفضل 28/ اپریل 1939ء) اللھم اغفر لہٗ و ارحمہ۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مرسلہ: (احمد بلال مغل ۔ مبلغ سلسلہ مالی)

مغربی افریقہ کے ملک مالی میں احمدیت کا آغاز

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً خبر دی تھی کہ

’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘

آج دنیا میں بسنے والا ہر احمدی اس بات کا گواہ ہے کہ یہ خدائی الفاظ حرف بحرف پورے ہو چکے ہیں اور آج جماعت احمدیہ کا جھنڈا اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 214 سے زائد ممالک میں بڑی آب و تاب سے لہرا رہا ہے انہی ملکوں میں سے اللہ کے فضل سے مغربی افریقہ کا ایک ملک مالی ہے۔ اور دنیا کے اس خطہ میں احمدیت کا نفوذ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک ثبوت ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب تجلیات الٰہیہ میں تحریر فرمایا کہ

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اسقدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر یک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔‘‘ (روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409 تا 410)

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ ایک اور جگہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ

’’میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جسکو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔‘‘ (روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 403)

اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار تائیدات اور پیش خبریوں کے ذریعہ مالی میں جماعت احمدیہ کا آغاز مکرم عمر معاذ صاحب کی بیعت سے ہوا جنھیں 1981ء میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کو مالی کے پہلے احمدی ہونے کیساتھ پہلے مبلغ ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔

مکرم عمر معاذ صاحب کا مختصر تعارف اور قبول احمدیت

مکرم عمر معاذ صاحب 1962ء میں مالی کے ایک گاؤں چین لے میں پیدا ہوئے ۔آپ کے والد مکرم معاذ کولیبالی صاحب مالی کے ایک گاؤں چیمکا بوغو (Tiemkabougou) کی ایک مسجد کے امام تھے۔ آپ چار بھائی اور دو بہنیں ہیں ۔قبول اسلام سے قبل آپ کے تمام گھر والے مالکیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے گھر میں والد صاحب کی وجہ سے شروع سے ہی اسلام سے محبت پائی جاتی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ بچپن سے ہی قرآن کریم سے بہت پیار کرتے تھے۔تلاوت کے علاوہ اس کی تفسیر پڑھنے میں اپنا زیادہ وقت گزارتے تھے۔

مدرسہ سبیل الفلاح میں تعلیم اور آئیوری کوسٹ روانگی

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مکرم عمر معاذ صاحب نے سیگو (Segou) شہر کے ایک دینی مدرسہ سبیل الفلاح میں داخلہ لے لیا اور تعلیم حاصل کرنے لگے ۔اس وقت جیسے مدرسہ کی کلاسز میں ترقی ہو رہی تھی، ویسے ہی مدرسہ کے اخراجات بڑھتے جا رہے تھے۔آپ کے والد گاؤں کے امام تھے اور کچھ کھیتی باڑی کر کے آپ کے اخراجات اور فیس ادا کر رہے تھے، یہاں تک کہ آپ مدرسہ کے Second Last سال میں پہنچ گئے۔مدرسہ کی آٹھویں کلاس میں آپ کے اخراجات بہت بڑھ گئے۔جہاں یہ اخراجات بڑھے وہیں اس سال آپ کے والد بیمار ہوگئے۔اس صورت حال میں آپ کے لئے مدرسہ کی تعلیم کو اخراجات کے باعث جاری رکھنا ناممکن ہو گیا۔اس لئے آپ اپنے والد صاحب کی بیماری اور وسائل کی کمی دیکھ کر اس سال چھٹیوں میں مالی کے ہمسایہ ملک آئیوری کوسٹ چلے گئے تا کہ وہاں تعویزات بیچ کر کچھ پیسے حاصل کریں، جس سے اپنی تعلیم کے اخراجات مکمل کرسکیں۔آئیوری کوسٹ کے شہر ابیجان (Abidjan) میں پہنچ کر آپ ایک دوست کے گھر ٹھہرے۔ وہاں رہائش کے بعد آپ انتظار کرنے لگے کہ کوئی تعویز خریدنے آئے۔ مگر دن گزرتے گئے اور کوئی ایک بھی تعویز لینے نہ آیا۔آئیوری کوسٹ میں پہنچتے ہی آپ ہر روز رات کے ایک بڑے حصہ میں تہجد ادا کرتے اور دن کا اکثر حصہ تلاوت قرآن کریم میں گزارتے تھے۔ یہ عبادت کا سلسلہ دو ماہ تک جاری رہا۔ اور ان دو ماہ میں کوئی ایک شخص بھی آپ کے پاس تعویز لینے کی غرض سے نہ آیا۔

الٰہی رویاء

ذوالحجہ 1981ء جمعہ کی رات دو بجے جب آپ تہجد پڑھ کے فارغ ہوئے تو کچھ آرام کی غرض سے اسی جائے نماز پر لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی آپ کی آنکھ لگ گئی۔جس طرح خدا تعالیٰ انسانوں کی راہنمائی مختلف ذریعہ سے کرتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی راہنمائی بھی ایک بہت عظیم اور مبارک رؤیا کے ذریعے کی۔ اس رات آپ نے دیکھا کہ آسمان پر خوفناک سیاہ بادل جمع ہونے شروع ہوگئے ہیں ۔اور جب یہ بادل بہت تعداد میں جمع ہو گئے تو زمین پر مشرق کی سمت بلند گرج چمک کے ساتھ بجلی، آگ اور پتھر گرنے لگے۔ یہ خوفناک سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہا۔ کافی دیر بعد جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو تمام بادل ہٹ گئے اور آسمان صاف ہوا تو آسمان پر چودھویں کا روشن اور نورانی چاند اپنی آب و تاب کیساتھ نکل آیا۔ جب چاند کی طرف غور سے دیکھا تو اس پر یہ خوبصورت تحریر لاالہ الا اللّٰہ ھواحمد من اللّٰہ رسول الیکم نظر آئی۔اس کیساتھ آہستہ آہستہ بارش شروع ہوگئی۔اس کے بعد چاند زمین کی طرف اترنے لگا اور جب یہ زمین کے بہت قریب آیا تو اس کی شکل گول سے تبدیل ہو کر مستطیل ہو گئی۔ پھر اس چاند کی لکھائی تبدیل ہوگئی اور اس پر جاء المھدی (یعنی مھدی آ گیا ہے) لکھا گیا۔رؤیا میں اس چاند کے دائیں طرف ایک بزرگ نظر آئے جو کہ حضور ﷺ کی مدح میں (حضرت مسیح موعودؑ کے) قصیدہ یا عین فیض اللہ والعرفانی کے اشعار پڑھ رہے تھے۔انھوں نے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ادھر آجاؤ۔آپ اپنے ایک کلاس فیلو کا ہاتھ پکڑ کر ان کی طرف جانے لگے مگر اس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور اس بزرگ کے پاس نہیں گیا۔چنانچہ آپ اکیلے ہی ان کے پاس چلے گئے۔اس بزرگ نے آپ کو کہا کہ یہ تحریر اٹھاؤ۔مگر جب آپ نے تحریر اٹھائی تو اٹھاتے ہی اس کی شکل تبدیل ہو کر ایک خوبصورت مچھلی بن گئی ۔ پھر یہ مچھلی کٹی اور مختلف حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور مچھلی سے خون بہنے لگا۔اور اس مچھلی کے ٹکڑے ہاتھوں سے گرنے لگے۔

یہ منظر آپ کے لئے بہت ہی حیرت انگیز اور عجیب تھا اور آپ اسی حالت میں کپکپاتے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے۔آنکھ کھلنے پر پہلے کچھ دیر تو سمجھ نہیں آئی کہ آپ کہاں ہیں اور یہ کیا ماجرہ ہے؟ لیکن جب آپ کی نظر اپنی جائے نماز پر پڑی تو آپ کو پتا لگا کہ یہ سب بس ایک رؤیا کے سوا کچھ

بقیہ صفحہ 6 پر

طلوع وغروب آفتاب

14 جنوری 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:40	17:59
مدینہ منورہ	05:45	17:54
قادیان	06:03	17:46
ربوہ	05:43	17:26
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:31	16:23